ترجمہ

تاویل الاحادیث

(ادارہ)

دوسری عنایت یہ تھی کہ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کرنے کا ارادہ کیا، اس پر اللہ تعالیٰ نے آلِ فرعون میں سے ایک ایماندار شخص کو ان کے پاس بھیجا۔ اس نے فرعونیوں کو وعظ و نصیحت کرتے ہوئے ان کو ان کے ارادے سے روک دیا اور ان کو شک میں ڈال دیا۔ پھر ان کے دل میں یہ خیال ڈالا کہ چند روز کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ڈھیل دی جائے اور جادوگروں کو ان کے مقابلے کے لئے طلب کیا جائے اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ اس طرح وہ جیت جائیں گے۔ حق یہ ہے کہ یہ ایک تقریب تھی جس کا مقصد یہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حق پہ ہونا اور ان کے معجزے کا ظہور (لوگوں پر منکشف) ہو۔

تیسری عنایت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے جادوگروں کو حق بات کی ہدایت دی تاکہ آپؑ کی حجت (مخالفوں پر) صریح تر ہو کہ جو شخص آپؑ کے مقابلے کے درپے تھا وہی آپ کا فرماں بردار ہو گیا۔

چوتھی عنایت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے نَو واضح آیات کے ساتھ فرعونیوں

کی آزمائش[1] کی جب (ان پر کوئی مصیبت آتی تھی اور) حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے ہٹانے کی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے تو اللہ اس کو ہٹا دیتا تھا اور جب اس کے نازل کرنے کے لئے دعا کرتے تھے تو اس کو نازل کرتا تھا۔

پانچویں عنایت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دریا کی طرف جانے کا حکم فرمایا۔ جب آپؑ اپنی قوم کو لے کر نکلے تو فرعون نے اپنے لشکر کو لے کر ان کا تعاقب کیا۔ حضرت موسیٰؑ جب دریا پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے ایک تیز ہوا کو دریا پر مسلط کیا جس نے دریا کے بعض حصے کو پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور بعض کو خشک کر دیا اور اس نے اس کے بعض حصے میں ایسا تصرف کیا جس طرح وہ زمین کے اجزاء میں تصرف کرتی ہے۔ جس وقت گرداب بن جاتی ہے۔ (اسی طرح) اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو نجات دی اور فرعون اور اس کے لشکر کو ہلاک کیا۔

اس کے بعد جب بنی اسرائیل بیت المقدس کو چلے تو ایک ایسی قوم پر گزرے جو بت پرستی کرتی تھی۔ (اس کو دیکھ کر) بنی اسرائیل کے جاہل لوگوں نے جن کے دل میں ایمان کی تازگی داخل نہ ہوئی تھی حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ جیسے اس قوم کے لئے کئی خدا ہیں ہمارے لئے بھی ایک خدا بنا دے۔ اور یہ بات ان سے اس لئے صادر ہوئی کہ ان کی جبلت کو جبروت کی طرف التفات نہ تھا، جب موسیٰ علیہ السلام نے ان کو مواعظ (اور نصیحتوں) کے کوڑے سے تادیب کی تو انہوں نے جبروت (ذات باری) کے مشابہ صورت کی طلب کی جس

---

[1] ان آیات کا بیان سورۂ اسراء آیت ۱۰۱ میں آیا ہے اور یہ آیات حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے قطعی دلائل کی حیثیت رکھتی تھیں، ان آیات کی تعیین میں مفسروں کا اختلاف ہے۔ حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ، مجاہدؒ، عکرمہؒ، شعبی اور قتادہ کی رائے یہ ہے کہ وہ علامات یہ ہیں: ہاتھ کا روشن ہونا، لاٹھی، قحط کے سال، پھلوں کا کم ہونا، طوفان، ٹڈی دل، جوئیں، مینڈک اور خون۔ حافظ ابن کثیر اس قول کو قوی اور اچھا کہتا ہے۔ دیکھو تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۶۶ طبع مصطفیٰ محمد مصر۔

دیکھ کر جبروت کی طرف التفات کریں۔ (اس کے جواب میں) حضرت موسٰی نے ان کو حق سمجھایا اور ان کی گفتار کو رُسوا کیا تو وہ زبردستی (اپنے خیال سے) رک گئے اور بحالت شک خاموش ہو گئے۔ سامری ان کی شکی حالت کو تاڑ گیا، پھر اس نے ان کے ساتھ وہ کیا جو کیا۔

اس کے بعد اللہ تعالٰی نے حضرت موسٰی علیہ السلام سے یہ وعدہ کیا کہ وہ اس سے برکت والی جگہ میں مناجات کرے تو اللہ تعالٰی ان کو توریت کی تختیاں اور احکام عنایت کرے۔ اس مبارک جگہ کی خصوصیت اس لئے ہوئی کہ وہاں ملائکہ کی روحانیات کا اجتماع ہوا تھا اور اس اجتماع کی وجہ سے ظاہری خبریں ناپید ہو گئیں۔ حضرت موسٰی علیہ السلام وہاں اعتکاف میں بیٹھ گئے اور تنہا ہو کر اللہ کا ذکر کیا اور ملکوت سے مشابہت پیدا کی، اور جب اس جگہ کو دیکھا جس میں اللہ تعالٰی نے تجلی فرمائی تھی تو اس حالت کے فرماں بردار ہو گئے اور اس سے ان کو سرور حاصل ہوا، تب اللہ تعالٰی نے موسٰی علیہ السلام کو توریت کی تختیاں عنایت کیں جن میں ہدایت اور رحمت تھی یعنی نصیحتیں اور خدا کی طرف سے (انبیاء علیہم السلام کی نصرت کے) گزشتہ واقعات اور اللہ کے صفات اور اس کے غالب افعال کا بیان تھا۔ تختیوں کا جوہر جنت کے زمرد سے تھا یعنی ایسے جوہر سے بنا ہوا تھا جو زمرد سے مشابہت رکھتا تھا جس کو اللہ تعالٰی نے کسی عنصری سبب کے سوا اپنے حکم "کُنْ" سے پیدا کیا تھا۔

حضرت موسٰی علیہ السلام کے (کوہ طور پر) جانے کے بعد یہاں سامری نے لوگوں کو اس طرح گمراہ کیا کہ روح (جبریل) کے قدم سے مٹھی بھر مٹی لے کر بچھڑے کے قالب میں ڈال دی، اس کی یہ خاصیت تھی کہ جس شئے پر گزرتی تھی تو اس کی طرف اس کی مناسب زندگی لوٹ آتی تھی۔ یہ واقعہ فی الحقیقت بنی اسرائیل کے اچھے لوگوں کے لئے باعثِ رحمت اور جہلاء پر ان کی عزت کا باعث تھا جب تک وہ اس کے لئے تیار رہے۔

یہ اس طرح ہوا کہ بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگ طبعی طور پر دجال تھے وہ غیر اللہ کی عبادت کے مطیع ہو گئے اور وقت بوقت ان پر کفر کے اوہام گزرتے تھے، تو اللہ نے چاہا کہ بنی اسرائیل

کو ایسے لوگوں سے صاف رکھے ، بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگ ایسے (بھی) تھے کہ
دنیا میں باقی رہتے تو ایمان کی حقیقت کو کبھی نہ پہنچتے اس لئے کہ ان کی ارضی (او
کی) طبیعتیں ان کو اس سے روک رہی تھیں ، ان کی بھلائی اس میں تھی کہ ا
کی حالت میں قتل کیا جائے تاکہ عالم برزخ میں جاکر ان کی روحیں ترقی کریں ۔ ت
موسیٰ علیہ السلام نے سامری کو بلایا اور اس کے اشکال کو زائل کیا اور اس پر با

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اللہ کی یہ عنایت ہوئی کہ جب ایک جماعت
پر ادرۃ (فوطوں کے بڑھ جانے) کے عیب کا طعنہ دیا جس کا یہ سبب بنا کہ حضرت موسیٰ
غسل کے وقت حیا کی وجہ سے ستر کرتے تھے تو ان لوگوں نے اس کو عیب چھپانا خ
اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے بری کیا اور وہ اللہ کے ہاں بڑے عزت والے تھے ۔
کو ان کے حق میں کسی کا بھی طعنہ دینا پسند نہ تھا ۔ اس کی یہ صورت ہوئی کہ حضرت
پانی سے گزرے تو وہاں غسل کرنے کا ارادہ فرمایا اور اپنے کپڑے اتار کر ایک پتھر
پتھر کپڑے لے کر زمین پر لڑھکا اور قوم نے ان کو برہنہ دیکھ لیا اور موسیٰ علیہ السلام
حق میں ادرۃ کے عیب سے پاک ہونے کی گواہی دی ۔

جب موسیٰ علیہ السلام نے یہ دیکھا کہ اللہ کی کمال عنایت اس کی طرف متو
ہے اور ان کو ملأ اعلیٰ سے قوی مشابہت حاصل ہوئی ہے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے
کیا کہ خدا ان کو ظاہر دکھائی دے یعنی نفس کلیہ پانچویں عنصر (مثال) کے ایک حصے کو
کرے اور وہ اس کے اندر ایسے جسم نورانی کو تصور کرے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ا
رب کے ساتھ معرفت کے لئے ناقل ہو۔ موسیٰ علیہ السلام کو حق کی طرف سے اپنی
علم عطا کرنا اس نورانی جسم کے لئے روح کی حیثیت رکھتا تھا اور اس کا جسم ملأ ا
طرف سے تھا، اور روح و جسم کا باہمی اختلاط اس طرح ہو جائے کہ ان میں سے ہر ایک کی
کی نسبت دوسرے کی طرف جسم اخروی کی طرح صادق ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام
اس قول أَرِنِيٓ أَنظُرۡ إِلَيۡكَ[1] (مجھے دکھائیے کہ میں تیری طرف دیکھ لوں) کا مطلب یہی

---

[1] سورۃ اعراف آیت ۱۴۳ ۔

یہ بات حضرت موسٰی علیہ السلام سے تب صادر ہوئی جب وہ نفس اولیٰ کے تصرفات سے واقف ہوئے، اور یہ تب ہوتا ہے جب اللہ کے پیاروں میں سے کسی ایک کی ہدایت کے لئے نفس کی طرف سے ارادہ اور اہتمام ہوتا ہے جیساکہ ان کو آگ کی طرف شوق کے وقت تھا، لیکن شروع سے ہی موسٰی علیہ السلام کو حق کی طرف توجہ عطا کی گئی تھی اور خلق میں حق کے ساتھ تصرف کرنا آپ کو نہ ملا تھا، اس لئے اس روز کی حدت مزاج کا خیال رکھتے ہوئے حق تعالیٰ نے آگ کی صورت میں تجلی فرمائی اور اس آگ نے ان کو نہیں جلایا، اور اگر حق تعالیٰ آج تجلی فرمائے تو وہ ایسی جلانے والی آگ سے تجلی ہوگی جو جس چیز کا بھی اس سے چھونا ہوگا تو وہ شئے جل جائے گی، کیوں کہ وہ آگ تو حق کے آئینے میں موسٰی علیہ السلام کی اپنی صورت تھی۔ (اس سے) حضرت موسٰی علیہ السلام سمجھ گئے کہ اللہ جب حق کے آئینے میں کسی چیز کے لئے تجلی کرتا ہے تو اس شئے کی صورت کے سوا نہیں کرتا۔ پھر وہ چیز حسب استعداد حق کی صورت کو لے آتی ہے، ایک پیغمبر اس علم سے جاہل نہیں رہ سکتے، آپ کو یہ معلوم نہ تھا کہ آج وہ ایسی حالت میں ہیں کہ اگر اللہ تعالےٰ اس کی صورت میں تجلی فرمائے گا تو ان کا جسم تباہ ہو جائے گا، دوسری طرف لوگوں پر اللہ کی رحمت چاہتی تھی کہ موسٰی علیہ السلام باقی رہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم کیا اور پہاڑ پر اپنی تجلی فرمائی تو پہاڑ پھٹ گیا اور موسٰی علیہ السلام بے ہوش ہوکر گر پڑے جب ہوش میں آئے تو آپ پر سارا راز کھل گیا اور آئندہ کے لئے اپنی استعداد سے نامناسب سوال سے توبہ فرمائی۔

موسٰی علیہ السلام کی قوم نے ان سے وہی سوال کیا جو موسٰی علیہ السلام نے کیا تھا کیوں کہ نفس کلیہ کے مظاہر کی طرف جو آپ کو اشتیاق تھا وہ شوقیہ حالت ان کی قوم کے دلوں میں منعکس ہوئی تھی۔ آخر حق تعالیٰ نے برق کی صورت میں تجلی فرمائی اور ان سب کو تلف کردیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے موسٰی علیہ السلام پر رحم فرماکر ان کو زندہ کردیا اور انہیں حکم دیا کہ ارض مقدس میں سکونت اختیار کریں اور یہ زمین ان کو بطور جاگیر عنایت فرمائی۔
جب کہ اس زمین پر جابر لوگوں کا قبضہ تھا اس لئے بنی اسرائیل کو ان سے جہاد کرنے کا حکم ملا

اور ان کو مدد اور نصرت کا وعدہ کیا گیا - موسیٰ علیہ السلام نے ہر قبیلے پر ایک
کیا تاکہ وہ ان کے حالات سے باخبر ہو اور انہیں نیکی کا حکم کرے اور برائی سے ر
قوم کے اخلاق اقدار ان کے سامنے واضح ہو جائیں - اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ
نے ان کو سرکشوں کی طرف جاسوس بنا کر بھیجا - (وہاں کے حالات معلوم کرنے کے
صرف دو شخصوں نے تو ایسی خبر دی جس سے بنی اسرائیل کی شجاعت بڑھی، اور
نے تو ایسی خبر سنائی جس سے وہ شکست (اور بزدل) بن گئے - اللہ تعالیٰ نے ان
رحم کیا اور ان دو کو صدیق اور نائب بنایا اور باقی لوگوں سے سخت ناراض ہوا ا
تباہ کر دیا -

اب جب جاسوسوں کی مخبری میں اختلاف ہو گیا تو بنی اسرائیل جابر لوگوں کے
سے بزدل ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اس طرح عتاب کیا کہ ایک مدت تک انہ
(بڑے صحرا) میں حیران و پریشان رکھا کہ راستہ نہ پا سکے اور ان کا زادِ راہ ختم ہ
تب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی پوری ہمت سے دعا کی (یہ دعا مستجاب ہوئی) اللہ
نے ان کو منّ اور سلویٰ جیسا رزق عطا کیا جس کی تدبیر اسباب کے قبض او
سے فرمائی اور ان کے لئے سائے کے مشابہ ایک گاڑھا بادل مقرر کیا، یہ بادل ا
دھوپ سے بچاتا تھا اور ستون کی طرح ان کے لئے آگ کو بھی بنایا یہ آگ ان کو مشـ
اور چراغوں کا کام دیتی تھی، اللہ تعالیٰ نے ان کے کپڑوں میں برکت رکھی کہ وہ نہ
ہوتے تھے اور نہ گھٹنے ہوتے تھے - یہ سب بادل اور برق کے مادے میں تصرف ک
سے ہوا تھا، اس کے لئے علم طبیعی میں کئی نظائر موجود ہیں -

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو الہام ہوتا تھا پھر وہ ایسے پتھر کو ملتے جس میں پانی
بہانے کی قریبی استعداد ہوتی، تو وہ پھٹ جاتا اور اس سے پانی جاری ہوتا او
کو قبائل کی تعداد کے مطابق بارہ چشمے بنا دیتے تھے -

جابر لوگوں میں ایک شخص انبیاء کے علوم کو جانتا تھا اور ان کی کتابیں یاد ک
تھیں پھر وہ شیطان کا مطیع بن گیا اور دنیا کی طرف جھک پڑا، اس نے اپنے لوگو

کہا کہ بدکار عورتوں کو بنی اسرائیل کی طرف بھیج دو تاکہ ان میں فسق و فجور بڑھ جائے اور اس طرح ان سے برکت نکل جائے اور عنایت (الٰہی) میں پراگندگی ہو، کیوں کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہم السلام کی محبوبیت کی وجہ سے اگرچہ ان میں برکت تھی جو نصرت کی طالب تھی، لیکن بنی اسرائیل میں فسق و فجور کا غلبہ ہو گیا تھا اور وہ ان کی رسوائی کا مقتضی ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بدکار عورتوں کے نکالنے کی توفیق عطا ہوئی۔ اس کے بعد انہوں نے جابر قوم سے قتال کیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس ملک پر غلبہ دیا اور ان کو وہاں بسایا جہاں سے کوئی ان کو ان کے اعمال کی جزا کے سوا نکالنے والا نہ تھا، اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سرزمین کا بادشاہ بنا دیا وہ بڑے آرام اور عیش میں تھے، اور موسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے ان میں جمعیت پیدا کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کو توریت کی تعلیم دیتے تھے اور وعظ کرتے تھے اور ان کو پاک کرتے تھے ان کے اندر شرعی حدود کو قائم کرتے تھے اور ظالم سے مظلوم کی داد رسی کرتے تھے۔ اپنے محبوب بندوں سے اللہ کا یہی دستور رہا ہے، ان کے لئے دنیا کو آسان کرتا ہے، ان کو گفتار کے سچے اور لوگوں میں مقبول بناتا ہے، پھر اگر کسی قوم نے اللہ پر توکل کیا اور بلا کسی تردد اور پریشانی کے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی تو اللہ ان کو اپنی طرف سے رزق عطا کرتا ہے اور ان کی کھیتی، جانوروں اور کمائی میں برکت کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو جن علوم کی تعلیم دی تھی ان میں سے ایک علم کیمیا بھی تھا، قارون کو یہ خبر پہنچ گئی اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد بھائی تھا، کیمیا کی وجہ سے وہ بڑا مالدار بن گیا اور اس نے (دنیا کے غرور میں) سرکشی کی اور باغی بن گیا اور اوّل آخر کو بالکل بھول گیا، اور وہ بھی فرعونیوں میں ایک فرعون تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو روکا، لیکن وہ نہ رُکا، اُلٹا حضرت موسیٰؑ سے بغض رکھنے لگا اور ان کو زنا سے متہم کیا۔ تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی پوری ہمت سے اس کے حق میں بددعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا۔

اللہ کی نشانیوں میں سے یہ ایک بڑی نشانی تھی تاکہ لوگ جان لیں کہ جو شخص اللہ کے

نبیوں سے تکبر کرتا ہے اور ان سے بغض رکھتا ہے ، دنیا کی زندگی سے مطمئن ہے اور اللہ کے حق کو بھلا دیتا ہے تو اس کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جاتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ عذاب کے اقسام میں سے اس قسم کو اختیار کرتا ہے جو اس دن اسباب طبعیہ کے زیادہ قریب ہو، قارون کے گھر کا دھنسانا اس روز دوسرے عذابوں سے اسباب طبعیہ کے بہت قریب تھا ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خیال میں یہ تھا کہ میں سب لوگوں سے زیادہ علم رکھتا ہوں اس لئے مزید علم کی طلب میں توقف کیا ۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے واقعے کے ظاہر کرنے کا ارادہ فرمایا جو اُن کو مزید علم کی طلب کے لئے رغبت دلائے جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں امر کے ساتھ کفایت کیا اور فرمایا وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا[1] اے میرے پروردگار میرے علم کو بڑھا ۔

یہ اس لئے ہوا کہ جب حق تعالیٰ کسی بندے کے لئے وقت کی صورت میں تجلی کرتا ہے اور جن علوم کی تجلی تقاضا کرتی ہے وہ علوم اس شخص کے پاس متمثل ہوتے ہیں تو وہ ان علوم کے سوا دوسرے علوم سے بے خبر ہو جاتا ہے ، ان دوسرے علوم کے اثبات یا انکار سے اس کا سروکار نہیں ہوتا بلکہ مطلقاً ان کو بھول جاتا ہے ، اسی طرح اس کی آہستہ آہستہ ترقی ہوتی رہتی ہے جہاں تک اللہ چاہتا ہے اور محبوب کو اکثر پریشانی نہیں ہوتی اور نہ حد سے زیادہ شوق ہوتا ہے ۔

الغرض ، ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا جس میں لوگوں کو وہ تعلیم دینے لگے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو سکھایا تھا ۔ آپؑ کی تقریر اتنی مؤثر تھی کہ لوگوں کے دلوں پر چھا گئی ۔ تب ایک شخص نے ان سے یہ سوال کیا کہ اے موسیٰ علیہ السلام آپ سے علم میں کوئی شخص زیادہ بھی ہے ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اپنے سے زیادہ کوئی عالم نہیں دیکھتا[2] ۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف

---

[1] سورۃ طٰہٰ آیت ۱۱۴ ۔ [2] امام بخاری رحؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ مجھے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ اس نے (باقی حاشیہ صفحہ ۳۶۷ پر)

وحی کی کہ ہمارا ایک بندہ خضرؑ تجھ سے علم میں زیادہ ہے، یعنی خاص اوقات میں جو الٰہی تدبیر ہوتی ہے اس کے جاننے میں ۔ اور جب اللہ کسی شئے کی تدبیر کی تکمیل کا ارادہ کرتا ہے تو خدا کا جارحہ بن کر اس تدبیر کو بروئے کار لانے میں وہ تجھ سے زیادہ معلومات رکھتا ہے، جیساکہ موسیٰ علیہ السلام احکام کلیہ اور عام لوگوں کے لئے جو شرائع مقرر ہیں ان میں اس سے زیادہ علم رکھتے تھے ۔ اسی طرح دین کی اقامت میں اللہ کا جارحہ بننے میں بھی اس پر فوقیت رکھتے ہیں ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ سوال کیا کہ اس سے کیوں کر ملاقات ہوگی ؟ آپؑ کے دل میں یہ ڈال دیا گیا کہ اس کی طرف راستہ بتانے والی نمک لگی ہوئی مچھلی ہے ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ نہ معلوم ہو سکا کہ یہ مچھلی خضر کا پتہ کیسے بتائے گی ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ایک جوان یوشع علیہ السلام دونوں خضر کی تلاش میں نکلے اور اپنے ساتھ زنبیل میں جو کی روٹیاں اور نمکین مچھلی کو لیا اور چل پڑے ۔ چلتے چلتے جب ایک بڑے پتھر کے پاس پہنچے تو موسیٰ علیہ السلام سفر کی تھکان کی وجہ سے وہاں سو گئے اور یوشع علیہ السلام وضو کرنے بیٹھ گئے (وضو کے) پانی کی بوند جو اس مچھلی پر پڑی تو وہ زندہ ہو گئی اور دریا میں گر پڑی، اور جہاں سے وہ مچھلی دریا میں گئی وہاں ایک خشک راستہ ظاہر ہوگیا۔ یہ واقعہ اس لئے ظاہر ہوا کہ پانی میں جانوروں کے زندہ کرنے کی خاصیت موجود ہے، پانی کی اس خاصیت میں برکت پیدا کی گئی اور اس طرح ان دونوں نے اس علامت سے خضر کو پایا ۔

(صفحہ ۳۶۶ کا باقی حاشیہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایک دن موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو خطبہ دینے لگے تو ان سے یہ سوال کیا گیا کہ لوگوں میں کون سب سے زیادہ علم رکھتا ہے ؟ حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ میں ۔ اس پہ اللہ نے ان پر عتاب فرمایا کیوں کہ ان کو اس بارے میں خدا کی طرف رجوع کرنا تھا ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف یہ وحی کی کہ مجمع البحرین کے پاس میرا ایک بندہ ہے جو تجھ سے زیادہ علم رکھتا ہے ۔ یہ ایک طویل حدیث ہے ۔ بخاری ج ۲ ص ۶۸۸ طبع اصح المطابع کراچی ۔

ان دونوں کا حال یہ ہے کہ حضرت خضرؑ نے ان کو ان واقعات میں سے ایسے تین واقعے دکھائے جن کی تقریب کی تدبیر اللہ تعالیٰ سے ہوتی ہے یا مخلوق کی اس میں اصلاح ہوتی ہے پھر اللہ اپنے بندوں میں سے کسی بندے کو فعل مراد کو پورا کرنے میں اپنا جارحہ بناتا ہے۔ (حق بات یہ ہے کہ) شرائع کا مدار احکام کلیہ اور حکم کے موقع پر ہوتا ہے اور تقریبات کا مدار جزئی مصلحتوں پر ہے، اور ہر فیصلہ وقت (اور حالات) کے موافق ہوتا ہے۔ یہ باتیں سب علموں سے باریک تر ہیں، ان کو صرف وہی شخص جانتا ہے جو حق کا جارحہ بنتا ہے، پھر واقعے کے بعینہٖ راز کو معلوم کر لیتا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کو کئی بار اس علم سے ذہول ہوا، مثلاً اس وقت جب انہوں نے رویتِ باری کی طلب کی اور اس وقت بھی جب قبطی کے قتل سے توبہ کی اور اس وقت جب حضرت آدم علیہ السلام سے حجت کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اگرچہ احکامِ شرعیہ میں دوسرے تمام لوگوں سے زیادہ علم رکھتے تھے، لیکن یہ اللہ کی حکمت تھی کہ انہیں اس جیسی بات دکھائے جو ان کے لئے واقع ہوئی تھی۔

پھر حضرت خضرؑ نے اس خوف سے کہ ظالم بادشاہ کشتی کو غصب نہ کر لے کشتی کا تختہ نکال لیا، اور اللہ تعالیٰ نے کشتی کو اس طرح ڈوبنے سے بچا لیا کہ جب موج کشتی پر آتی تھی تو اس کی رفتار سخت تیز ہو جاتی تھی، اس طرح پانی کی سطح نہ پھٹی۔

اسی طرح حضرت خضرؑ نے ایک لڑکے کو قصاص کے بغیر اس لئے قتل کیا کہ وہ طبعًا کافر تھا، اگر وہ زندہ رہتا تو اس سے جبلت کے احکام (کفر وغیرہ) صادر ہوتے اور اپنے کفر اور سرکشی کی وجہ سے اپنے ماں باپ کو قتل کرتا، اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو اس کا اچھا بدلہ دیا۔

(تیسرا واقعہ یہ ہوا کہ) حضرت خضرؑ نے ایک دیوار کی اصلاح کر کے اس کو گرنے سے بچا لیا، اور یہ اس لئے کیا کہ اس کے نیچے اللہ کے ایک صالح اور پیارے بندے نے مال چھپا رکھا تھا اس کی حفاظت ہو جائے[1] (کیوں کہ اس کا وارث ایک یتیم بچہ تھا)۔

---

[1] یہ قصہ سورۂ کہف میں آیت ۶۵ سے ۸۲ تک آیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور کا ایک بڑا واقعہ یہ (بھی) ہے کہ اللہ تعالےٰ نے
ے ایسے لڑکے پر جو اپنی ماں کا فرماں بردار تھا رحمت کرنی چاہی، کیوں کہ اس کے باپ
اس کو اللہ کے حوالے کر دیا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی اس کے لڑکپن سے کفالت
یہاں تک کہ وہ جوان ہوا تو اللہ نے ارادہ کیا کہ اس پر اپنی نعمت کرے اور یہ بھی ارادہ
یا کہ جس نے اس کے قریبوں میں سے کسی کو مار ڈالا تھا اس کو یہ جزا دے کہ اس کو ورثہ
ملے اور اس کی رسوائی ہو اور اس کا قصاص سے قتل ہو جائے اور بنی اسرائیل پر رحمت
ی چاہی تاکہ وہ یہ جان لیں کہ آخرت میں لوگوں کو زندہ کرنے کا جو وعدہ اللہ نے فرمایا ہے
حق ہے، اور یہ بھی جان لیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے جس چیز کا حکم دیا تھا وہ بظاہر گرچہ
ید ہے لیکن اس کی اطاعت ضروری ہے، کیوں کہ اس میں ایک ایسا راز ہے جو ابھی منکشف
یں اور یہ بھی جان لیں کہ اللہ کے حکم میں تشدد اور گہرائی میں جانا بے ادبی ہے، ان
باتوں سے اللہ تعالیٰ نے واقعہ معلومہ کو پورا کیا[1]۔

جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی رحمت کی طرف اٹھایا تو بنی اسرائیل کی خوب
اظت فرمائی۔ ان میں انبیاء کو بھیجا تاکہ وہ ان کو ڈرائیں، خوش خبری سنائیں، وعظ و
یحت کریں اور انہیں نیکی کا حکم کریں اور برائی سے روکیں۔ اس کا نام "استطاعت
سرہ" آسان بنانے والی قدرت ہے۔

ان میں سے کوئی بادشاہ ہوا جیسے یوشع علیہ السلام اور کوئی عالم جیسے اشعیا، یسع،

یہ واقعہ بنی اسرائیل میں سے ایک شخص کا ہے جس کا کوئی بیٹا نہ تھا اور اس کا بھتیجا اس کا
رث تھا، اس نے اپنے چچا کو قتل کر کے دوسرے شخص کے دروازے پر پھینک دیا اور اس پر
ں کا مدعی بن گیا، اس پر دونوں فریقوں میں جھگڑا پیدا ہوا، قتل و خوں ریزی کی نوبت قریب
ا، تب ایک شخص نے دونوں سے یہ کہا کہ تم کیوں جھگڑتے ہو حالانکہ اللہ کے رسول تمہارے
در موجود ہیں، تب وہ مل کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے اور انہیں سارا قصہ عرض
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو گائے کے ذبح کا حکم فرمایا، وہ اس کو مذاق سمجھنے لگے۔

اور شمویل علیہم السلام اور کوئی قوی ریاضت والا تا ہد جیسے الیاس علیہ السلام۔ یہ مصلحت کی اقتضا تھی اور ہر وقت اقرب اور اسہل کے انتخاب کا خیال رکھا جاتا۔

جملہ انبیاء علیہم السلام باہم بنو علات ہیں یعنی ان سب کا باپ ایک ہے جو کہ کے مناسب تربیتِ الٰہی سے عبارت ہے، اور ان کی مائیں الگ الگ ہیں اور یہ وہبی کسبی استعدادات کا نام ہے۔ اور بنی اسرائیل جب تک توریت کی اطاعت کرتے اور اس کے احکام بجالاتے رہے اللہ ان کو برکت عطا کرتا رہا اور جب بھی انہوں احکام کی نافرمانی کی تو خدا نے ان سے انتقام لیا اور جب ان پر کوئی آفت آتی تھی تو سے نکلنے کی تدبیر (بھی) ان کے دلوں میں ڈال دی جاتی تھی اگر اس سے کوئی چیز ما ہو۔ اس کا نام الٰہی سیاست ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

تاویل احادیث شمویل و داؤد وسلیمان و یونس علیہم السلام

اللہ تعالیٰ نے توریت میں یہ خبر دی تھی کہ بنی اسرا دو مرتبہ غلبہ حاصل کریں گے اور فساد و کفر بر گے اور ہر مرتبہ ان پر بڑی قوت والے اور لوگوں کو بھیجا جائے گا وہ ان کے گھروں میں گھس جائیں گے۔ جب پہلا وعدہ آپہنچا انہوں نے توریت کے احکام کی نافرمانی کی، اور (ان کو سزا دینے کے لئے) اللہ نے ان پر کو مسلط کیا جس نے کچھ کو قتل اور قید کیا اور وہ صندوق جس میں آل موسیٰ و ہارون تبرکات تھیں چھین کر لے گئے، اس پر بنی اسرائیل غمگین ہوئے اور توبہ کی۔ اپنے نبی شم علیہ السلام کی طرف رجوع ہوئے اور ان سے یہودیوں کے لئے بادشاہ کی طلب کی، ان کو علم تھا کہ دشمن کی بڑی جمعیت کا مقابلہ تب ہی ممکن ہو سکتا ہے جب سب کی را مجتمع ہو اور ملکی انتظام کے لئے ایک شخص کی قیادت ہو۔ اللہ کی حکمت میں یہ ضروری جس سے چاہے کافروں کو دفع کرے لیکن یہاں اس طور دفع کیا کہ مؤمنوں کے دل میں خیال ڈالتے رہے کہ وہ جہاد کریں اور انہیں ثابت قدم رکھے اور بہادری دلاتے رہے اور ان کے دشمنوں پر ان کو غالب رکھے۔ اور یہ نہایت قریبی تقریب اور تدبیر تھی اور بڑ مصلحتوں کے بھی زیادہ قریب تھی۔ اس واقعے میں اللہ تعالیٰ کی متعدد عنایتیں تھیں۔

اول عنایت یہ تھی کہ جب طالوت بادشاہ ہوئے تو بنی اسرائیل نے اس میں یہ عیب نکالا کہ پہلے ملکی انتظام سے اس کو کوئی واسطہ نہ پڑا ہے اور نہ یہ مالدار ہے تو شمویل علیہ السلام پیغمبر نے ان کے اس اعتراض کو اس طرح دفع کیا کہ اللہ اپنی خلق میں تدبیر کے لئے جو الہام فرماتا ہے اس کا اتباع ضروری ہے۔ یہ سمجھانا بھی ان کے لئے مفید نہ ہوا تب اللہ نے ایک نشانی ظاہر فرمائی جس سے وہ مطمئن ہو گئے اور وہ علامت یہ تھی کہ ان کے پاس وہ صندوق واپس آئے گا جس میں آل موسٰی وہارون کی تبرکات تھیں جس کو ملائکہ اٹھاتے تھے[1]۔

اور یہ اس طرح ہوا کہ وہ لوگ باہمی اختلاف اور قحط جیسے مصائب میں مبتلا ہو گئے، تب ملائکہ نے ان کے دلوں میں یہ خیال ڈال دیا کہ وہ صندوق کی وجہ سے ان مصائب میں مبتلا ہوئے ہیں۔ تب وہ اس صندوق کو ایک شہر سے دوسرے شہر تک ہٹاتے رہے یہاں تک کہ اس کو بنی اسرائیل کے ملک کے متصل پہنچا دیا اور اس کو ایک گاڑی میں رکھ کر اس خیال سے بنی اسرائیل کی طرف بھیج دیا کہ وہ ان مصائب میں مبتلا ہو جائیں۔ فی الحقیقت ان کے لئے یہ ایک تقریب اور تدبیر تھی۔ جب ان کی کوشش کے سوا ان کے پاس صندوق آ گیا تو یہ ان کے لئے (فتح کی) ایک علامت تھی۔ حضرت موسٰیؑ اور حضرت ہارونؑ کے تبرکات کو دیکھ کر وہ مانوس ہو گئے (اور ان کا خوف کافور ہو گیا) اور ان کو اطمینان و آرام حاصل ہوا اور یہ تصدیق ہوئی کہ بادشاہ غیب سے مؤید اور مبارک ہے۔

دوسری عنایت یہ تھی کہ طالوت کو اپنے لشکر کی حالت اور ان کی بہادری اور قوتِ قلبی کے معلوم کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تاکہ ہر ایک پر اس کی قوت کے موافق اعتماد کرے۔ اس کے لئے کافی تجربہ اور وسیع وقت کی ضرورت تھی، طالوت کو جلدی تھی، اللہ تعالیٰ نے ایک نہر ظاہر کی، وہاں ان کی آزمائش ہوئی اور طالوت نے ان کو ایک لپ (چُلو) کے سوا پانی پینے سے منع کیا، اور یہ ظاہر میں وثوق، قلبی قوت اور طبیعت کے انقیاد کی علامت تھی اور اس کی بھی کہ وہ حکمت کے موافق خوفناک جگہوں میں گھسنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ خوفناک موقعوں میں گھسنے سے عقلی طور پر بہادری اور بادشاہ کی اطاعت کا پایا جانا ضروری نہیں ہے

---

[1] یہ قصہ قرآن مجید کی سورۃ بقرہ آیت ۲۴۸ میں آیا ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے اس حادثے میں برکت کی، اس لئے طالوت کے اس پانی نہ پینے والے حکم کی اطاعت صرف ان لوگوں کو حاصل ہوئی جو کامل طور پر بہادر اور فرمانبردار تھے۔ اس طرح طالوت بہادروں اور فرماں برداروں کو پہچان گئے۔ اب جب وہ جالوت کے مقابلے کے لئے نکلے اور اس کے پاس ایک بڑا اور شان وشوکت والا لشکر تھا تو صرف وہی اس کے مقابلے کے لئے ٹھیر سکے جن میں طالوت نے بہادری کو معلوم کیا تھا۔

تیسری عنایت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ حضرت داؤدؑ کو بنی اسرائیل میں صادق سمجھا جائے اور ملک کے والی بنیں تو اللہ نے ایک پتھر کو اس طرح گویا کردیا کہ جب حضرت داؤد اس کے پاس سے گزرے تو پتھر کی حقیقت ان پر کھل گئی گویا کہ حضرت داؤد پتھر کی زبانی سُن رہے ہیں کہ جالوت اس پتھر سے قتل ہوگا۔ اور دوسری طرف طالوت کے قلب کو مضطر کیا کہ اس نے جالوت کے قاتل کے لئے یہ شرط لگادی کہ جو اس کو قتل کرے گا اس کو آدھا ملک ملے گا اور طالوت اپنی بیٹی کا نکاح بھی اس سے کرے گا۔ پھر اللہ نے حضرت داؤدؑ کو دلیر کیا اور اس کے ہاتھ کو (جس میں پتھر تھا) جالوت کے نتھنوں کے مقابل کیا اور پھر ہوا کو حکم کیا کہ پتھر کو اس کے نتھنوں تک پہنچائے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جالوت کو ہلاک کیا اور اس نے بنی اسرائیل کی مدد، کافروں کو دفع کرنے، داؤد علیہ السلام کی شان کو بلند کرنے اور ان کو بادشاہ بنانے کا جو ارادہ فرمایا اس کو پورا کردیا۔

حضرت داؤد علیہ السلام ایک بہادر اور طاقتور انسان تھے اور ملکی سیاست کے ماہر تھے، اس لئے خدا نے ان کو ملک کا خلیفہ کیا اور اسے امامت عطا کی اور بنی اسرائیل کی قیادت ان کے ہاتھ میں رکھی اور ان کا بنی اسرائیل پر حق قائم کیا اور ملأ اعلیٰ میں یہ لکھا کہ اگر وہ داؤدؑ کی بے فرمانی کریں گے تو وہ اللہ کے بے فرمان ہوں گے اور اگر وہ داؤد کی اطاعت کریں گے تو یہ اللہ کی اطاعت ہوگی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے ان میں اچھی طرح حکومت کی، ان کے اندر شرعی حدود جاری کیں اور کافروں سے جہاد کیا، مشکل معاملوں کے فیصلے کیے، اللہ کے احکام کو رائج کیا اور بنی اسرائیل کے مختلف قبائل میں باہمی الفت پیدا کی۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو عبادت کرنے اور اللہ کے سامنے عجز ظاہر کرنے کا اچھا طریقہ تھا،

ان پر زبور نازل کی جس کے ایک سو پچاس حصے تھے، اور ہر ایک حصہ دُعا، عاجزی و آخرت میں طلب خیر پر مشتمل تھا اور اس میں اللہ سے پناہ مانگنے کی دُعائیں تھیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام ہاتھ کے کاریگر تھے (ہنر کی صلاحیت رکھتے تھے) ان کو زرہ بنانے ہوا یہ خدا کی طرف سے اس پر رحمت تھی تاکہ وہ کشادہ رزق والے ہوں اور لوگوں بھی اس میں بھلائی تھی کہ ان کو خوف سے محفوظ رکھے۔

للہ تعالیٰ نے ان پر کلام الٰہی پڑھنے کو آسان کر دیا تھا وہ تھوڑی مدت میں اتنا تے تھے کہ دوسرا اس مدت میں نہیں پڑھ سکتا تھا، اس کی صورت یہ تھی کہ الیٰ نے ان کی زبان اور قوتِ خیالیہ میں برکت رکھی تھی، اس لئے وہ معمولی ساعت لفظ کو واضح طور پر خیال میں لاتے تھے اور اس کے موافق تیزی سے تلفظ بھی فرماتے مدا نے ان کو اچھی آواز دی تھی جس سے لوگوں اور چوپایوں دونوں پر اس کا اثر ا اور پہاڑوں کو بھی اس کا مطیع کیا تھا کہ جب حضرت داؤد تسبیح پڑھتے تھے تو وہ نام اس کو جواب دیتے تھے، جس کی یہ صورت تھی کہ گنبد میں جب آواز کی جائے کا جواب مل جاتا ہے اسی طرح پہاڑوں سے بھی آواز ہوتی تھی، پھر اس میں برکت وراس سے لفظ نکلتے تھے۔

س کی حقیقت یہ ہے کہ قوی ہمت والا نفس کسی کیفیت سے جب پُر ہوجاتا ہے تو ے قریبی نفوس اور طبائع میں بھی اس کی کیفیت سرایت کرتی ہے، اور جب تجھے کسی رخت سے کوئی معرفت وقت کی مقتضا کے موافق سننے میں آتی ہے تو اس کی قوت ے لوگوں میں بھی سرایت کرتی ہے اور پھر وہ بھی اسی طرح سنتے ہیں جس طرح تم نے سنا تھا۔ داؤد علیہ السلام کی آواز اچھی تھی اور تالیفی طبیعت کے مالک تھے، خدا کی طرف سے ، برکت ہوتی اور ہر سانس میں تاثیر کی طبیعت رکھتے تھے ان انفاس میں بھی برکت ایک لذیذ ترجیع وجود میں آگئی، اسی کا نام مزامیر داؤد علیہ السلام ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے عجیب واقعات تھے۔ ایک یہ کہ جب ان کی ایک خوب صورت ہ پر نگاہ پڑی تو آپؑ نے اسے بے حد پسند کیا۔ اور وہ عظیم قوت باہ والے انسان

اور اپنے مزاج کی قوت کی وجہ سے عورتوں کو دوست رکھنے والے تھے۔ انہوں نے اس عورت کے نکاح میں نامناسب رویہ اختیار کیا، شریعت نے جو اس کے لئے حد بنائی تھی اس کی رعایت نہ کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر ان کو اس طرح تنبیہ کی کہ ملائکہ کو مدعی اور مدعیٰ علیہ کی صورت میں خصوم بناکر بھیجا۔ ایک نے کہا کہ یہ میرا بھائی ہے جس کے پاس ننانوے بھیڑیں ہیں اور میرے پاس صرف ایک بھیڑ ہے وہ کہتا ہے کہ یہ بھی مجھے دے دو، بات کرنے میں مجھ پر غالب آتا ہے۔ حضرت داؤدؑ نے جو کام خود کیا تھا وہ عالم مثال میں متمثل ہو کر ان کے سامنے آگیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوا۔ داؤد علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہ ایک خواب تھا جس کی تعبیر اس پر تنبیہ کرنا ہے جو اس سے نامناسب واقعہ سرزد ہوا۔ پھر اللہ سے مغفرت مانگی اور اس کی طرف رجوع کیا اور کفارے دیئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کیا۔[1]

---

[1] مؤلف امام نے حضرت داؤد علیہ السلام کے قصے میں بعض تفسیروں کی موافقت کی ہے اور یہ تحقیق نہیں۔

ہمارے استاذ علامہ عبیداللہ سندھیؒ فرماتے تھے کہ عہد عتیق میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کی طرف یہود کی طرف سے کچھ ایسی باتیں منسوب کی گئی ہیں جو ہندوؤں کی کتابوں کے افسانوں سے زیادہ فحش ہیں۔ حضرت استاد فرماتے ہیں کہ حضرت داؤدؑ کے اس قصے میں میرا ایک خصوصی فکر ہے جس کو میں نے کسی سے نہیں لیا، یہ صرف خدا کی طرف سے فہم ہے جو مجھے عنایت ہوا اور میری کوشش ہے۔ اس کو اس طرح سمجھنا چاہیئے کہ حکومت کے مختلف درجے ہوتے ہیں، شاہ شہیدؒ نے ان کو اپنی تالیف "منصب امامت" میں ذکر کیا ہے، میں ان میں سے یہاں صرف اسلامی حکومت کے اندر جو دو درجے ہیں ان کو نقل کرتا ہوں (۱) ایک درجہ خلافتِ راشدہ ہے جس کی سیرت اور صورت اس عقلی قانون پر ہے جو اہل امانت کے ہاتھوں کتاب کریم میں معروف ہے: اس درجے میں مال کا جمع کرنا، لوگوں کو حقیر کرنا اور کسی کو غلام بنانا نہیں ہوتا۔ (۲) یہ دوسرا دور خلافت کے بعد کا دور ہے، اس میں پہلے دور کے آثار ایک ایک ہو کر کم ہوتے جاتے ہیں، اور اس کا بڑا

(باقی حاشیہ صفحہ ۳۷۶ پر)

(صفحہ ۳۷۴ کا باقی حاشیہ)

مقصد یہ ہوتا ہے کہ مسکینوں سے ٹیکسوں وغیرہ کے ذریعے مال لے کر ایک قوم (سرمایہ داروں) کو دوسری قوم (عوام) پر فوقیت دی جاتی ہے، اس میں سرمایہ داروں سے تعاقب نہیں کیا جاتا، ابتدا میں تو یہ معمولی بات نظر آتی ہے اور لوگوں کو دکھائی نہیں دیتی لیکن اس کا انجام بڑا ظلم ہوتا ہے جو سب کو دیکھنے میں آتا ہے۔

خصوم والی مثال کا مقصد خلافت کے ان دو درجوں کا فرق بتانا تھا یہ ایک ایسی حکیمانہ مثال ہے جس میں بڑے فوائد پنہاں ہیں" یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے بھیڑیں ہیں اور میرے پاس ایک بھیڑ ہے"۔ یہ بادشاہ اور رعیت کے ایک فرد کی مثال ہے۔ رعیت کے ایک فرد کے مال و دولت کی نسبت بادشاہ کے سرمایہ سے وہی ہے جو ایک کو ننانوے سے ہے۔ بادشاہ اپنی قوت کے بل بوتے پر اس ایک حصے کو بھی چھیننا چاہتا ہے۔ یہ ایک واضح مثال تھی جس سے حضرت داؤد علیہ السلام کو تنبہ ہوا اور سمجھ گئے کہ یہ ایک بڑا ظلم ہے اور یہ اس دور میں ہوا جب آپؑ خلیفہ نہ تھے، بادشاہوں کے نظام کے مطابق ملکی نظام چلاتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام اس مثال سے سمجھ گئے کہ یہ ہماری آزمائش ہے۔ انہوں نے اپنے رب سے مغفرت چاہی، رکوع میں چلے گئے اور خدا کی طرف رجوع کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو یہ خیال نہ تھا کہ لوگوں کی ضرورت کے لئے اگر ان سے حکومت مال لے گی تو اس سے ظلم واقع ہوگا، بعد میں ان کو حکم ہوا:۔" اے داؤد ہم نے تجھے ملک میں خلافت عطا کی ہے، لوگوں میں حق و انصاف سے فیصلہ کر نفسانی خواہش کا اتباع نہ کر!" یہاں ہویٰ اور نفسانی خواہش سے مراد ہے آخرت سے محروم ہو کر صرف دنیا میں انسان کی لذت والی چیزوں کی طرف نفس کا مائل ہونا (کتاب حروف اوائل السور عربی تالیف علامہ موسیٰ جار اللہ ص ۱۹۰ طبع بھوپال)